بینک چیک (Cheque) کی شرعی حیثیت

Shariyah perspective of Bank cheque

شاد محمد شاد[1]

Abstract

As the various types of cards are used to transfer money and recover money from banks, the check is also a tool in documental shape that orders a bank to pay a specific amount of money from a person's account in the Bank. Rather, the cheque is an older way than cards.

This study has three main objectives: firstly, to introduce the Cheque, secondly,to analyze the cheque jurisprudentially, and to review some authoritative legal scholars' opinions on the issue of "possession of cheque" and its Shariah impacts.

Key word: Cheque, Jurisprudential analysis, Possession of cheque.

چیک کا تعارف:

جب کوئی شخص بنک میں اپنا اکاؤنٹ اور کھاتہ کھولتا ہے تو بنک اس شخص کو ایک "چیک بک" دیتا ہے، جس میں ایک ہی شکل کے کئی کاغذات اور فارم ہوتے ہیں، جب بھی اس شخص کو اپنے اکاؤنٹ سے رقم نکالنی مقصود ہوتی ہے تو وہ اس میں سے ایک کاغذ (چیک) پر رقم، تاریخ لکھ کر اور دستخط کر کے بنک میں موجود اپنے اکاؤنٹ سے رقم نکال لیتا ہے، اس صورتحال سے چیک کی تعریف یہ سامنے آتی ہے کہ چیک ایک ایسا دستخط شدہ دستاویز ہوتا ہے جو کھاتہ دار (اکاؤنٹ ہولڈر) جاری کرتا ہے، تاکہ اس کے ذریعے بنک میں موجود اپنے اکاؤنٹ سے ایک مخصوص کی مقدار کی رقم نکال سکے، خواہ وہ رقم خود وصول کرے، یا بنک کو حکم دے کہ کسی دوسرے شخص کو حوالے کردے یا کسی دوسرے شخص کے اکاؤنٹ میں منتقل کردے۔

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم چیک کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

هو ورق يُصدره من له حساب في بنك، فيُريد أن يسحب به مبلغا من رصيده عند البنك، إما ليأخذ ذلك المبلغ بنفسه، أو ليأخذ منه شخص آخر مكتوب عليه اسمه، أو ليأخذه

[1] ایم فل اصول دین، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد shadkhan654@gmail.com

من ذلك الحساب من يعرضه على البنك بدون تسميته، وفي هذه الحالة الأخيرة يسمّى الشيك "الشيك لحامله" (Bearer Cheque)[2] .

''چیک ایسا دستاویز ہے جو کھاتہ دار جاری کرتا ہے،تاکہ اسکے ذریعے بنک میں موجود اپنے اکاؤنٹ سے رقم نکال سکے،یا تو وہ خود رقم وصول کرے،یا جس شخص کا نام چیک پر لکھا ہوتا ہے وہ وصول کرے،یا جو شخص بھی بنک کو چیک پیش کرے وہی رقم وصول کرے،اور اس آخری صورت میں چیک کو ''بئیرر چیک'' کہتے ہیں۔''

کیمبرج ڈکشنری میں چیک کی تعریف اس طرح کی گئی ہے:

A printed form, used instead of money, to make payments from your bank account. [3]

''چیک ایک پرنٹ شدہ فارم ہے جو زر کی جگہ استعمال ہوتا ہے،اس کے ذریعے اپنے بینک کے اکاؤنٹ سے ادائیگی کی جاتی ہے۔''

معاییر شرعیہ میں چیک کی تعریف اس طرح کی گئی ہے:

الشيك: صك يحرر وفقا لشكل معين، يتضمن أمرا صادرا من شخص (يسمى الساحب) إلى شخص آخر (يسمى المسحوب عليه) بدفع مبلغ معين من النقود إلى شخص ثالث (يسمى المستفيد) بمجرد الاطلاع.[4]

''چیک ایک ایسا وثیقہ ہے جو ایک خاص شکل میں لکھا جاتا ہے،جس میں ساحب (کھاتہ دار) کی طرف سے بنک (مسحوب علیہ) کو یہ حکم ہوتا ہے وہ تیسرے شخص (مستفید) کو محض اطلاع اور چیک دکھانے پر ہی ایک خاص رقم ادا کردے۔''

چیک کے فریق:

چیک کے معاملہ میں عموما تین فریق ہوتے ہیں:

---

[2] ۔ عثمانی، محمد تقی، فقہ البیوع، مکتبہ معارف القرآن، کراچی، ۲۰۱۵، ج ۱، ص ۴۴۱

[3] ۔ **Cambridge** Advanced Learner's Dictionary - 3rd Edition

[4] ۔ لجنۃ العلماء، **المعاییر الشرعیہ**، معیار نمبر: ۱۶، بیئة المحاسبه والمراجعه للمؤسسات الماليه الاسلاميه، ص: ۴۴۴

الف۔چیک پر دستخط کرکے اس کو جاری کرنے والا، جس کو انگریزی میں ’’Drawer ‘‘اور عربی میں ’’ساحب‘‘ یامرتب کہتے ہیں۔

ب۔وہ فریق جس کوچیک پیش کیاجاتاہے، جو عموماًبنک ہی ہوتاہے،اس کوانگریزی میں’’payer ‘‘ اور عربی میں ’’مسحوب علیہ‘‘ یا’’مرتب الیہ‘‘ کہتے ہیں۔

ج۔وہ شخص جس کے لیے چیک جاری کیا جاتا ہے تاکہ وہ رقم وصول کرے،اس کو انگریزی میں ’’ Payee‘‘ اور عربی میں ’’مستفید‘‘کہتے ہیں۔

کبھی اس میں دو ہی فریق ہوتے ہیں،ایک چیک جاری کرنے والااور دوسرا بینک،اس صورت میں چونکہ چیک جاری کرنے والاخود ہی رقم وصول کرتاہے،اس لیے مستفید وہ خود ہوتاہے۔

چیک کی اقسام:

چیک کی کئی اقسام ہیں،اُن میں سے چند مشہور درج ذیل ہیں:

ا۔بئیررچیک’’Bearer Cheque‘‘جس کو عربی میں ’’الشيك لحامله‘‘ کہتے ہیں،یہ چیک کی ایک سادہ قسم ہے،جو شخص بھی یہ چیک بنک کو پیش کرتاہے،بنک اس کوادائیگی کردیتاہے،خواہ چیک جاری کرنے والے نے حاملِ چیک کے لیے ہی چیک جاری کیاہو یاکسی دوسرے شخص کے لیے جاری کیاہو،بنک اس قسم کی ادائیگی کاذمہ دار نہیں ہوتاہے۔

2۔اوپن چیک (Open Cheque) اُوپن چیک کوکیش چیک (Cash Cheque) بھی کہا جاتاہے۔یہ چیک کی سب سے غیر محفوظ قسم ہوتی ہے،کیونکہ اس میں کوئی بھی شخص بآسانی بینک سے رقم نکلواسکتاہے۔ اگرکسی شخص سے یہ چیک گم ہوجائے تو یہ اُس شخص کے حق میں بہت نقصان دہ ثابت ہوسکتاہے کہ کوئی بھی فرد اُس چیک کے ذریعے پیسے نکلواسکتاہے۔

3۔آرڈرچیک ’’Order Cheque‘‘،اس کو عربی میں ’’الشيك الموقع بالاسم‘‘کہہ سکتے ہیں،جس پر وصول کنندہ کانام ہوتاہے،اس کے علاوہ کوئی اور شخص اس چیک کے ذریعے رقم نہیں نکال سکتا،جب اس قسم کاچیک بنک کے سامنے پیش کیاجاتاہے توبنک ضروری تصدیق وتوثیق کرکے ہی ادائیگی کرتاہے،یہ بنک ی ذمہ داری ہوتی ہے۔

4۔ کراس چیک ’’Cross Cheque‘‘ جس کو عربی میں ’’الشيك المسطر‘‘ کہتے ہیں، یہ بھی عام چیک کی طرح ہوتا ہے، البتہ اس پر دو خاص قسم کی لکیریں ہوتی ہیں جو اس کو دوسرے چیک سے ممتاز کرتی ہے، اس چیک کے ذریعے عام فرد کو رقم نہیں دی جاتی، بلکہ بینک پر لازم ہوتا ہے کہ اپنے ہی کسی کلائنٹ کے اکاؤنٹ میں یا کسی دوسرے بینک کے اکاؤنٹ میں رقم منتقل کردے، اسی لیے حاملِ چیک کے لیے اکاؤنٹ ضروری ہے تاکہ اس میں رقم منتقل ہو جائے۔ بالفاظ دیگر یہ چیک صرف اور صرف آپ کے اپنے اکاؤنٹ میں جمع ہو سکتا ہے۔

5۔ مدتی چیک جس کو انگریزی میں ’’Postdated Cheque‘‘ کہتے ہیں، اس قسم کا چیک آئندہ کسی تاریخ کے لیے جاری کیا جاتا ہے، اس تاریخ سے پہلے اس کے ذریعے رقم نہیں نکالی جاسکتی۔

6۔ رقم کی منتقلی کا چیک جس کو انگریزی میں ’’Account Payee Cheque‘‘ اور عربی میں ’’الشيك المقيد في الحساب‘‘ کہتے ہیں، یہ بھی عام چیک کی طرح ہوتا ہے، البتہ اس کے ذریعے براہ راست کیش نہیں حاصل کی جاسکتی، بلکہ چیک پر جو شرائط لکھی ہوں، ان کے مطابق ادائیگی ہوتی ہے، مثلاً چیک جاری کرنے والا چیک پر کوئی ایسا جملہ لکھ دیتا ہے جس سے بنک کو علم ہو جاتا ہے کہ اس کے ذریعے صرف ایک اکاؤنٹ سے دوسرے اکاؤنٹ کی طرف رقم منتقل کیا جانا مقصود ہے، جیسے ’’Account Payee‘‘ وغیرہ۔

7۔ سیاحتی چیک، جس کو انگریزی میں ’’Traveler Cheque‘‘ اور عربی میں ’’الشيك السياحي‘‘ کہتے ہیں، یہ چیک مختلف قسم کے مالیاتی ادارے اپنے کسی برانچ وغیرہ کے نام جاری کرتے ہیں، اس کی قیمت مختلف ہوتی ہے اور اس میں مستفید مسافر ہوتا ہے جو اس چیک کو چیک جاری کرنے والے ادارے کے برانچ یا کسی ایسے ادارے کے سامنے پیش کر کے رقم حاصل کرلیتا ہے جو ادارہ اس قسم کے چیک قبول کرتا ہو۔ اس چیک پر مسافر دو جگہ دستخط کرتا ہے، ایک جگہ جب وہ ادارے سے چیک حاصل کرتا ہے اور دوسری جگہ اس وقت جب وہ چیک پیش کر کے رقم حاصل کرلیتا ہے۔

مثلاً ایک شخص پاکستان سے سعودی عرب جا رہا ہے اس کے پاس کچھ رقم ہے، بجائے اس کے کہ یہ رقم اپنی جیب میں رکھ کر لے جائے وہ یہ رقم کسی بینک میں جمع کرا دیتا ہے۔ بینک اسی کے حساب سے ریالوں میں اسے چیک جاری کر دیتا ہے، اس چیک کی بنیاد پر وہ سعودی عرب میں متعلقہ بینک سے مطلوبہ رقم حاصل کر سکتا ہے۔

8۔حوالتی چیک، جس کو انگریزی میں "Cheque for bank Transfers" اور عربی میں "شیکات التحویلات المصرفیة " کہتے ہیں،اس قسم کے چیک بینک جاری کرتا ہے، جس کے لیے چیک جاری کیا جاتا ہے وہ بینک کے ذریعے ایک جگہ سے دوسری جگہ رقم منتقل کرتا ہے، دوسری جگہ میں کبھی خود رقم وصول کرلیتا ہے اور کبھی کوئی دوسرا شخص اس کا نائب بن رقم وصول کرلیتا ہے۔[5]

ان اقسام کے علاوہ چیک کی تین قسمیں اور بھی ہیں، جن کا ذکر آخر میں "چیک پر قبضہ کی بحث" کے تحت آئے گا۔

چیک اور بل آف ایکسچینج میں فرق:

1۔بل آف ایکسچینج کسی بھی شخص یا ادارے کے نام جاری کیا جاسکتا ہے، جبکہ چیک صرف متعلقہ بینک کے نام ہی جاری کیا جاسکتا ہے۔

2۔چیک کی ادائیگی بینک پر اطلاع کے وقت ہی ضروری ہوتی ہے، الا یہ کہ چیک جاری کرنے والے نے آگے کی تاریخ دی ہو، جبکہ بل آف ایکسچینج کی ادائیگی ایک مقررہ وقت پر ہی ہوتی ہے۔

3۔چیک میں یہ ضروری ہوتا ہے کہ چیک جاری کرنے والے کا بینک میں اکاؤنٹ اور اس میں رقم موجود ہو، ورنہ اس کے بغیر چیک جاری کرنا جرم شمار ہوتا ہے، جبکہ بل آف ایکسچینج جاری کرنے والے کے لیے کسی قسم کا کوئی اکاؤنٹ ضروری نہیں ہوتا ہے۔

4۔چیک میں کوئی ڈسکاؤنٹ نہیں ہوتا، جبکہ بل آف ایکسچینج میں ڈسکاؤنٹ (خصم) کا عمل ہوتا ہے۔[6]

چیک کی شکل:

چیک ایک کاغذ اور پیپر ہوتا ہے، جس پر درج ذیل چیزیں لکھی ہوتی ہیں:

1۔چیک کا نام، جیسے آرڈر یا بیئرر چیک وغیرہ۔

2۔رقم کا اندراج اور اس کی ادائیگی کا غیر مشروط وغیر معلق حکم

5۔ لجنة العلماء، **المعاییر الشرعیہ**، معیار نمبر:۱۶، ہیئة المحاسبه والمراجعه للمؤسسات المالیه الاسلامیه، ص: ۴۴۵
عصمت اللہ، ڈاکٹر، **زر کا تحقیقی مطالعہ**، ادارۃ المعارف، کراچی، ص:۳۶۴

6۔ محمد عثمان شبیر، دکتور، **المعاملات المالیہ المعاصرہ فی الفقہ الاسلامی**، دار النفائس، اردن، ص: ۲۴۴

3۔ادائیگی کرنے والے بینک کانام

4۔ادائیگی کرنے والے بینک کی جگہ اور ایڈریس

5۔چیک جاری کرنے کی تاریخ اور جہاں جاری کیا گیا ہے اس جگہ کانام

6۔چیک جاری کرنے والے کے دستخط

7۔چیک جاری کرنے والے کا اکاؤنٹ نمبر

8۔چیک کا نمبر

9۔مستفید (جس کے لیے چیک جاری کیا گیا ہے اس) کا نام[7]

درج بالا تمام باتیں ہر چیک کے لیے ضروری نہیں ہیں، بلکہ بسا اوقات ان میں سے بعض باتیں بھی پائی جائیں جنہیں بینک ضروری سمجھتا ہے تو چیک قبول کر لیا جاتا ہے۔

چیک کی فقہی حیثیت:

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ چیک کی فقہی تکییف وحیثیت کیا ہے؟ یہ کس قسم کے عقد میں داخل ہے؟ تو اس بحث کو ہم دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں:

پہلا حصہ:

چیک کے سلسلے میں اگر صرف دو فریق ہوں، ایک چیک جاری کرنے والا جو خود ہی مستفید اور رقم وصول کرنے والا بھی ہو اور دوسرا وہ بینک جو چیک دیکھنے پر ادائیگی کرتا ہے تو یہ محض اُس قرض کی واپس وصولی ہے جو کھاتہ دار کا بینک کے ذمہ تھا، اِس میں کسی قسم کا کوئی شبہ نہیں ہے۔

دوسرا حصہ:

اگر چیک کے سلسلے میں تیسرا فریق بھی موجود ہو، مثلاً ایک چیک جاری کرنے والا، دوسرا ادائیگی کرنے والا بینک اور تیسرا وہ شخص جو چیک دکھا کر رقم کی وصولی کرتا ہے تو اس کی فقہی تکییف میں علماءِ عصر کی مختلف آراء ہیں، جو کہ درج ذیل ہیں:

7۔ لجنۃ العلماء، **مجلہ مجمع الفقہ الاسلامی**، منظمہ مؤتمر الاسلامی، ج ٦، ص ٥٠٤

پہلی رائے:

1۔ شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم نے ''تکملہ فتح الملہم'' میں یہ رائے لکھی ہے کہ یہ عقدِ حوالہ نہیں ہے، بلکہ عقدِ وکالہ ہے، حوالہ کے نہ ہونے کی دو وجوہات ہیں:

الف۔ایک وجہ تو یہ ہے کہ چیک پر ابتداء کوئی رقم نہیں لکھی ہوتی، بلکہ جب چیک جاری کرنے والا چیک جاری کرتا ہے تو اس وقت رقم کی مقدار لکھ کر دستخط کرتا ہے، لہذا جب مستفید، چیک پر قبضہ کرتا ہے، اس وقت بینک (محتال علیہ) کو اس بات کا علم نہیں ہوتا کہ چیک پر کتنی رقم لکھی ہوئی ہے، لہذا یہاں ''مالِ محال بہ'' مجہول ہے، جس کی وجہ سے عقدِ حوالہ فاسد ہو جاتا ہے۔

ب۔دوسری وجہ یہ ہے کہ بسا اوقات چیک جاری کرنے والے کے اکاؤنٹ میں کوئی رقم موجود نہیں ہوتی، اس صورت میں بینک کو چیک مسترد کرنے کا بھی اختیار ہوتا ہے، لہذا اس طرح کی صورتحال میں یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ بینک اس حوالہ پر راضی ہے؟! حالانکہ حنفیہ کے ہں ''محتال علیہ'' کی رضامندی عقدِ حوالہ کی صحت کے لیے ضروری ہے، لہذا یہ حوالہ منعقد نہیں ہو گا۔

لہذا صحیح تکییف یہ ہے کہ یہ عقدِ وکالہ ہے، گویا کہ چیک جاری کرنے والے نے مستفید (رقم وصول کرنے والے) کو اس بات کا وکیل بنا دیا کہ وہ جا کر اس کی نیابت میں بینک سے ایک مخصوص رقم وصول کر لے۔

درج ذیل عبارت ملاحظہ فرمائیں:

الشيك المصرفي:

وأما الشيك المصرفي وسائلا الأوراق التي يصدرها المديون، ولكن لا يكتب عليها المبلغ المعلوم، ...فلا تصح هذه الحوالة عند أحد من الأئمة الأربعة، [الف]لكون مبلغ الحوالة غير معلوم للمحتال عليه، وجهالة مبلغ الحوالة مما يفسد الحوالة عندهم جميعا، [ب]ولأن المحتال عليه لم يرضى بالحوالة، ورضاه شرط بصحتها عند أبي حنيفة وفي أحد قول الشافعية رحمهما الله.

فالصحيح: أن الشيك المصرفي سند يدل على أن الذي وقع عليه قد وكل حامله لقبض دينه من البنك ومقاصة دينه منه، [8]

[8]۔ عثمانی، مفتی محمد تقی، تکملہ فتح الملہم شرح صحیح الامام مسلم، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ج ا، ص ۵۱۵

لیکن حضرت نے "فقہ البیوع" میں عام شخصی چیک کے بارے میں لکھا ہے کہ چیک جاری کرتے ہی ائمہ ثلاثہؒ کے نزدیک حوالہ منعقد ہو جائے گا، اگرچہ ابھی تک بینک کی رضامندی نہیں پائی گئی ہے، کیونکہ اُن حضرات کے نزدیک ''محال علیہ'' کی رضامندی ضروری نہیں ہے، البتہ یہ ضروری ہے کہ بینک میں چیک جاری کرنے والے کی رقم موجود ہو، کیونکہ ائمہ ثلاثہ حوالہ مطلقہ کے قائل نہیں ہے۔

البتہ حنفیہ کے نزدیک چیک جاری کرتے وقت حوالہ منعقد نہ ہوگا، کیونکہ بینک (محال علیہ) کی رضامندی نہیں پائی گئی ہے، جو کہ حنفیہ کے نزدیک ضروری ہے، البتہ جب بینک، چیک کو قبول کرلے گا تو اس وقت حوالہ منعقد ہو جائے گا۔[9]

2۔ معاییرِ شرعیہ میں یہ رائے اختیار کی گئی ہے:

السحب على السحب الجاري:

يعتبر إصدار الشيك على الحساب الجاري حوالة إذا كان المستفيد دائنا بمبلغ الشيك للمصدر (الساحب أو المحرر). فيكون الساحب هو المحيل، والبنك المسحوب عليه، هو المحال عليه، والمستفيد هو المحال. وإذا لم يكن مصدر الشيك مدينا للمستفيد، فليس ذلك بحوالة، إذ لا يتصور حوالة دين لا وجود له ولكن يعتبر وكالة بالقبض، وهي جائزة شرعا.

السحب على المكشوف:

إذا كان المستفيد دائنا بمبلغ الشيك للمصدر فتحرير الشيكات على حساب للمصدر دون أن يكون له رصيد يعتبر حوالة مطلقة إذا قبل المصرف. أما إذا لم يقبل المصرف فليست حوالة، ويحق لحامل الشيك الرجوع على مصدره.

الشيكات السياحية:

إن حامل الشيكات السياحية الذي وفى بقيمتها للمؤسسة المصدرة يعتبر دائنا لتلك المؤسسة، فإذا ظهرها حاملها لدائنه كان هذا التظهير حوالة للغير على هذه المؤسسة المصدرة المبنية، وهي حوالة مقيدة بما أداه حامل الشيكات السياحية من قيمتها للمؤسسة.[10]

اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ چیک کی تین صورتیں ہیں:

9۔ فقہ البیوع، ج ۱، ص ۴۴۸

10۔ لجنۃ العلماء، المعاییر الشرعیہ، معیار نمبر: ۷، ص: ۱۸۴

1۔ایک صورت یہ ہے کہ چیک جاری کرنے والا (ساحب) کسی کا مقروض ہو اور وہ اپنے قرض خواہ کے لئے چیک جاری کرے، مثلاً زید کا بکر کے ذمہ پانچ لاکھ روپے قرض ہے بکر قرض کی ادائیگی نقد رقم کی صورت میں کرنے کے بجائے زید کے لئے اتنی رقم کا چیک اپنے بینک اکاؤنٹ کے نام سے جاری کر دیتا ہے تو اس کا یہ چیک جاری کرنا حوالہ کہلائے گا، جس میں مقروض شخص (بکر) محیل ہو گا، بینک محتال علیہ اور قرض خواہ (زید) محال کہلائے گا۔

اسی صورت کے اندر بھی تین صورتیں ہو سکتی ہیں:

الف۔چیک جاری کرنے والے کے اکاؤنٹ میں رقم موجود ہو،اس صورت میں بینک، چیک جاری کرنے والے کا مقروض ہو گا اور یہ ''حوالہ مقیدہ'' کہلائے گا۔یہی صورت آج کل عام رواج پذیر ہے اور عام طور پر ہوتا بھی یہی ہے کہ آدمی اس رقم کے اندر اندر ہی چیک جاری کرتا ہے جتنی اس کی رقم بینک اکاؤنٹ کے اندر ہوتی ہے، اس صورت کو آج کل عربی میں ''السحب علی الحساب الجاری'' اور انگریزی میں (Withdrawals From a Bank Account) کہتے ہیں۔

ب۔دوسری صورت یہ ہے کہ چیک جاری کرنے والے کے اکاؤنٹ میں رقم بالکل موجود نہ ہو،اس کے باوجود بینک اس کی طرف سے ادائیگی کر دے تو اس صورت میں چونکہ بینک، چیک جاری کرنے والے کا مقروض نہیں ہے،اس لیے یہ ''حوالہ مطلقہ'' کہلائے گا۔اس کو عربی میں ''السحب علی المکشوف'' اور انگریزی میں (Overdraft) کہتے ہیں۔

لیکن اگر بینک نے چیک مسترد کر دیا تو یہ حوالہ نہیں ہو گا، کیونکہ بینک کی رضامندی نہیں پائی گئی، اسی صورت میں حاملِ چیک، چیک جاری کرنے والے سے اپنے قرض کا مطالبہ کرے گا۔

ج۔تیسری صورت یہ ہے کہ آدمی کے اکاؤنٹ میں رقم کم ہوتی ہے، لیکن وہ چیک زیادہ رقم کا جاری کرتا ہے، مثلاً بینک کے اندر اس کے پانچ لاکھ روپے جمع ہیں، لیکن وہ چھ لاکھ کا چیک جاری کرتا ہے، ایسی صورت میں اگر بینک نے چیک مسترد کر دیا تو کوئی حوالہ منعقد نہ ہو گا، اگر صرف اکاؤنٹ میں موجود رقم کے بقدر چیک قبول کر کے ادائیگی کر لی تو یہ ''حوالہ مقیدہ'' ہو گا اور اگر مکمل چیک قبول کر کے پوری ادائیگی کر لی تو یہاں دو صورتیں منعقد ہوئیں، یعنی حوالہ مقیدہ اور حوالہ مطلقہ، کیونکہ ڈیپازیٹر کی جتنی رقم پہلے سے بینک میں موجود ہے اتنی حد تک بینک کا ذمہ داری قبول کر کے چیک ہولڈر کو رقم دینا ''حوالہ مقیدہ'' ہے اور بقیہ رقم جو بینک اپنی طرف سے دے رہا ہے اس میں ''حوالہ مطلقہ'' ہے۔

2۔دوسری صورت یہ ہے کہ چیک جاری کرنے والااُس شخص (مستفید) کا مقروض نہ ہو، جس کے لیے اس نے چیک جاری کیا ہے، بلکہ اپنی طرف سے اسے کچھ رقم دینا چاہتا ہے جس کے لئے چیک جاری کرتا ہے تو یہ صورت حوالہ میں داخل نہیں، کیونکہ حوالہ منعقد ہونے کے لئے شرعاً ضروری ہے کہ محیل (چیک جاری کرنے والا) محال (مستفید) کا مقروض ہو،ایسی صورت میں یہ ''وکالہ بالقبض'' ہوگا کہ چیک جاری کرنے والے نے مستفید کو رقم کی وصولی کے لیے وکیل بنادیا۔

3۔سیاحتی چیک(Traveler Cheque)میں چیک کا حامل اُس ادارے کا قرض خواہ ودائن سمجھا جائے گا جس کو اس نے قیمت اداء کر کے چیک حاصل کیا ہے، لہذا اس صورت میں اگر چیک کے حامل نے اس چیک کو اپنے کسی قرض خواہ کے حق میں انڈورس کر دیا تو یہ ''حوالہ مقیدہ'' کہلائے گا۔

یہی دوسری رائے زیادہ درست معلوم ہوتی ہے، جہاں تک حضرت شیخ الاسلام صاحب کی بیان کردہ دو وجوہات کا تعلق ہے تو جب بینک کو چیک پیش کر لیا جاتا ہے اور بینک اس کو قبول کر لیتا ہے تو اس وقت ''مالِ محال بہ'' کی جہالت ختم ہو جاتی ہے اور بینک (محال علیہ) کی طرف سے رضامندی بھی پائی گئی، لہذا اس وقت حوالہ منعقد ہو جائے گا، بشرطیکہ مستفید اُس شخص کا قرض خواہ ہو جس نے چیک جاری کیا ہے، ورنہ یہ وکالہ ہوگا۔ یہ الگ بات ہے کہ اکاؤنٹ میں رقم نہ ہونے کی صورت میں اگر بینک نے چیک مسترد کر دیا تو کوئی عقد منعقد ہی نہ ہو گا۔

اسی بات کو حضرت مفتی صاحب ''فقہ البیوع'' میں اس طرح لکھتے ہیں:

فلا تتم الحوالة عند إصدار هذا الشيك وتسليمه إلى المحال؛ لأن البنك،وهو المحال عليه، لم يتم رضاه بعد، ولكن إن قبل البنك الشيك، تمت الحوالة في ذلك الوقت، وحصل الاستيفاء بطريق الحوالة۔[11]

چیک پر قبضہ کی بحث:

علماء عصر کا اس مسئلہ میں اختلاف واقع ہوا ہے کہ کیا چیک پر قبضہ کرنا اس کے ''محتویٰ''یعنی اس پر لکھی ہوئی اور اس کے پیچھے موجود رقم پر قبضہ سمجھا جائے گا یا چیک محض ایک سند اور رسید ہے؟ بالفاظِ دیگر چیک پر قبضہ کرنا ''قبضہ حکمی'' میں داخل ہے یا نہیں؟ اس میں علماء عصر کی آراء کو ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے:

11۔ فقہ البیوع، ج۱، ص۴۴۸

پہلی رائے:

1۔ کئی معاصر علماء نے یہ عمومی رائے اختیار کی ہے کہ چیک پر قبضہ کرنا،اس کے اندر درج شدہ رقم پر قبضہ کرنے کے حکم میں ہے،لہذا اگر ایک شخص نے دوسرے کو مثلاً ایک ہزار روپے کا چیک لکھ کر دیدیا تو یہ ایسا ہے جیسے اُس نے ایک ہزار روپے اُس شخص کو دیدیے،ان حضرات کے دلائل کا خلاصہ تین باتوں میں بیان کیا جاسکتا ہے:

الف۔ جس طرح فقہاء نے حوالہ کو بمنزلہ قبضہ قرار دیا ہے،اسی طرح اگر چیک کی فقہی تکییف حوالہ بھی ہو تو بھی اس پر قبضہ در حقیقت اس میں درج شدہ رقم کا قبضہ سمجھا جائے گا۔[12]

ب۔ قبضہ کی کوئی حقیقت شریعت نے بیان نہیں کی،لہذا اس سلسلے میں عرف کی طرف رجوع کیا جائے گا اور آج کل عرف تقریباً یہی ہے کہ چیک پر قبضہ کرنے کو اس میں درج شدہ رقم پر قبضہ سمجھا جاتا ہے۔[13]

ج۔ رہی یہ بات کہ اگر چیک جاری کرنے والے کے اکاؤنٹ میں رقم ہی نہ ہو اور بینک چیک کو مسترد کر دے تو ایسی صورت میں چیک پر قبضہ ،رقم پر قبضہ کیسے قرار دیا جاسکتا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ آج کل حکومتی قوانین میں اکاؤنٹ میں رقم نہ ہونے کے باوجود چیک جاری کرنے پر سخت سزائیں مقرر کی گئی ہیں،دوسری طرف یہی احتمال تو نقود اور کرنسیوں میں بھی ہے کہ وہ جعلی اور زیوف ہوں،لہذا یہ کوئی قوی اعتراض نہیں ہے۔[14]

پاکستان پینل کوڈ (Pakistan Panel Code) کی دفعہ F-489 کے تحت اگر کسی شخص نے کاروباری اُدھار یا ذاتی قرضہ ادا کرنے کے لیے یا کسی چیز کی خریداری کی قیمت کی ادائیگی کے سلسلے میں یا کسی سروس کی فیس کی ادائیگی کے سلسلے میں چیک جاری کیا ہے اور اگر وہ چیک ریٹرن یا باؤنس ہو گیا تو وہ شخص جس نے چیک جاری کیا ہے اُس کی FIR کٹ سکتی ہے اور پاکستان پینل کوڈ (Pakistan Panel Code) کے تحت اس شخص کے خلاف کریمنل (Criminal) مقدمہ چل سکتا ہے اور اُس شخص کی گرفتاری بھی ہو سکتی ہے یا اُس پر جرمانہ عائد کیا جاسکتا ہے یا پھر اسے یہ دونوں سزائیں ہو سکتی ہیں۔

دوسری رائے:

12۔ مجلہ مجمع الفقہ الاسلامی، ج ۶، ص ۵۲۰

13۔ مجلہ مجمع الفقہ الاسلامی،، ج ۶، ص ۵۲۰

14۔ مجلہ مجمع الفقہ الاسلامی،، ج ۶، ص ۵۲۲

2۔ایوفی (AAIOFI) نے ''معاییرِ شرعیہ'' میں درج ذیل رائے اختیار کی ہے:

يعتبر تسلم [ب]الشيك الحال الدفع قبضا حكميا لمحتواه إذا كان [الف]شيكا مصرفيا أو كان مصدقا أو في حكم المصدق، وذلك بأن تسحب الشيكات بين المصارف أو بينها وبين فروعها، وبناء على ذلك يجوز التعامل بالشيك فيما يشترطه فيه القبض كصرف العملات، وشراء الذهب أو الفضة به، وجعل الشيك رأس مال للسلم.

(ب) تسلم الشيك [ج]إذا كان له رصيد، [د]قابل للسحب بالعملة المكتوب بها عند استيفائه، [ه]وتم حجز المؤسسة له.[15]

اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ اگر چیک میں درج ذیل شرائط پائی جائیں تو اس پر قبضہ، اس میں درج شدہ رقم پر قبضہ سمجھا جائے گا، ورنہ نہیں:

الف۔بینک کا چیک ہو (جس کا جاری کرنے والا بینک ہی ہوتا ہے) یا تصدیق شدہ چیک ہو (کہ بینک نے تصدیق کر دی ہو کہ چیک جاری کرنے والے کے اکاؤنٹ میں رقم ہے) یا تصدیق شدہ چیک کے حکم میں ہو، (یعنی ایک بینک دوسرے بینک کو یا ایک بینک اپنے ہی کسی برانچ کو چیک بھیجے)۔

ب۔چیک ''نقد'' ہو، جس کو عربی میں '' الشـيك الحـال '' کہتے ہیں، یعنی ایسا چیک ہو کہ بینک کو پیش کرنے پر ہی بینک ادائیگی کر دے، کیونکہ بسا اوقات فکسڈ ڈپازٹ میں جو رقم رکھی ہوتی ہے، وہ فی الحال نہیں لی جا سکتی، اس لیے اگر فکسڈ ڈپازٹ والے نے چیک جاری کر دیا اور اس رقم کی وصولی کی تاریخ نہیں آئی تو یہ ''نقد'' چیک کے حکم میں نہیں ہوگا۔

ج۔چیک کے پیچھے رصید (یعنی اکاؤنٹ میں رقم) موجود ہو۔

د۔چیک پر جو کرنسی لکھی گئی ہے، اُسی کرنسی میں رقم نکالنا ممکن ہو۔

ھ۔ادارے (بینک) نے چیک کو کراس کیا ہو، یعنی جس شخص کے لیے چیک جاری کیا گیا ہے، اس کے نام کراس چیک ہو، بیئرر چیک نہ ہو۔

اگر ان میں سے کوئی ایک شرط بھی نہ پائی گئی تو چیک پر قبضہ، اس میں درج شدہ رقم پر قبضہ نہیں سمجھا جائے گا۔

تیسری رائے:

3۔ حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم نے ''تکملہ فتح الملہم 515/1''میں مطاقاً یہ لکھا ہے کہ چیک پر قبضہ کو اس میں درج شدہ رقم پر قبضہ نہیں سمجھا جائے گا، لیکن حضرت نے اپنی نئی تصنیف ''فقہ البیوع''میں اس موضوع پر تفصیلی کلام کیا ہے، جس کا خلاصہ ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔

آپ لکھتے ہیں کہ ہر قسم کے چیک پر قبضہ اس میں درج شدہ رقم پر قبضہ سمجھنا ممکن نہیں ہے، کیونکہ چیک کی درج ذیل تین قسمیں ہیں:

الف۔بینک چیک، جس کو عربی میں ''الشيك المصرفي'' اور انگریزی میں '' Bank Draft or Cashiers Cheque''کہتے ہیں،اس سے مراد ایسا چیک ہے کہ جب کوئی شخص دوسرے کا مقروض بن جاتا ہے تو مقروض شخص بینک کو ایک مخصوص رقم (نقد ادا کرکے یا اپنے اکاؤنٹ سے منہا کرکے) ادا کرتا ہے اور اس کے بدلے بینک اس کے قرض خواہ کے نام ایک چیک جاری کرتا ہے، جس میں یہ ذمہ داری لی جاتی ہے کہ بینک اس کو چیک میں درج شدہ مخصوص رقم ادا کرے گا، مقروض اس چیک کو لیکر اپنے قرض خواہ کو دیدیتا ہے، قرض خواہ عموماً اس طرح کا چیک لیکر اپنے بینک کو دیتا ہے اور اس کا بینک چیک جاری کرنے والے بینک سے چیک کیش کرواکر رقم قرض خواہ (مستفید) کے اکاؤنٹ میں ڈال دیتا ہے۔

بہت سے معاصر علماء نے اس قسم کے چیک پر قبضہ کرنے کو اس میں درج شدہ رقم پر قبضہ قرار دیا ہے، معاییر شرعیہ میں بھی یہی رائے اختیار کی گئی ہے۔ان حضرات نے یہ وجہ بیان کی ہے کہ جب مقروض نے اپنے قرض خواہ کو مذکورہ چیک دیدیا تو گویا کہ اس نے قرض خواہ اور رقم کے درمیان تخلیہ کرلیا کہ وہ جب چاہے اپنی رقم بینک سے وصول کرسکتا ہے اور تخلیہ سے قبضہ ہوجاتا ہے۔

اس کی ایک اور فقہی تخریج بھی ممکن ہے، وہ یہ کہ مقروض (مشتری) نے بینک کو رقم ادا کرکے یا اپنے اکاؤنٹ سے منہا کرکے یہ حکم دیدیا کہ یہ رقم قرض خواہ (بائع) کو دیدے، بینک نے چیک جاری کرکے اس کو قبول کرلیا، تو گویا کہ قرض خواہ (بائع) نے بینک کو رقم وصول کرنے کا وکیل بنادیا اور وکیل کا قبضہ دراصل مؤکل کا قبضہ شمار ہوتا ہے، لہذا یہاں بھی چیک جاری کرنے والے بینک کا قبضہ قرض خواہ (جس کے لیے چیک جاری کیا گیا ہے) کا قبضہ سمجھا جائے گا۔

اگرچہ اصل میں بینک کو مقروض نے رقم دیکر ادائیگی کا وکیل بنایا ہے، لیکن جب قرض خواہ نے چیک قبول کر کے رضامندی کا اظہار کر لیا تو گویا کہ چیک جاری کرنے والا بینک اس کا ''وکیل بالقبض'' ہوگیا۔ (کیونکہ اجازتِ لاحقہ، وکالتِ سابقہ کے حکم میں ہوتی ہے۔)

اگر یہ شبہ ہو کہ بسااوقات قرض خواہ کو اس بینک کا علم نہیں ہوتا جس نے چیک جاری کیا ہے، لہذا وکیل مجہول ہے، لیکن یہ جہالت جھگڑے کا سبب بننے والی نہیں ہے، کیونکہ یہ آج کل قرض کی ادائیگی کا ایک قابلِ اعتماد ذریعہ ہے، اور امام ابو حنیفہؒ نے مجہول شخص کو وکیل بنانے کی اجازت دی ہے، بشرطیکہ جہالت جھگڑے کا سبب نہ بنے۔

یہ شبہ بھی ہو سکتا ہے کہ اگر چیک جاری کرنے والا بینک، قرض خواہ کا وکیل ہے تو اس کا قبضہ ''قبضہ امانت'' ہے، لہذا اس کے لیے چیک میں درج شدہ رقم اپنے استعمال میں لانا جائز نہیں ہونا چاہیے، حالانکہ بینک اس طرح کی رقم کو ایک مستقل اکاؤنٹ میں منتقل کر دیتا ہے جس کو عربی میں ''حساب المصروفات'' اور انگریزی میں ''Payables'' کہتے ہیں اور اس رقم کو اپنے استعمال میں لاتا ہے۔ اس کا جواب یہ دیا جا سکتا ہے کہ اس طرح کی رقم ابتداء امانت کے حکم میں ہے، لیکن دوسری رقوم کے ساتھ خلط کر دینے کی وجہ سے انتہاء یہ رقم بینک پر قرض اور مضمون بن جاتی ہے۔

حاصل یہ ہے کہ اس طرح کے چیک پر قبضہ بطورِ حوالہ یا وکالہ کے اصل رقم پر قبضہ شمار کیا جا سکتا ہے۔

ب۔ تصدیق شدہ چیک، جس کو عربی میں ''الشيك المصدق'' اور انگریزی میں '' Certified Cheque'' کہتے ہیں، اس قسم کا چیک ایک عام کھاتہ دار کسی دوسرے شخص کے لیے جاری کرتا ہے، البتہ اس پر بینک کی طرف سے یہ تصدیق ہوتی ہے کہ چیک جاری کرنے والے کے اکاؤنٹ میں قابلِ کیش رقم موجود ہے، جس کے لیے عموماً ''Accepted'' کا کلمہ استعمال ہوتا ہے۔ بینک، چیک جاری کرنے والے کے اکاؤنٹ سے وہ رقم نکال کر اپنے حسابات میں ڈال دیتی ہے۔

اس قسم میں اور بینک کے چیک میں کوئی خاص فرق نہیں ہے، جس طرح بینک کے چیک میں چیک پر درج شدہ رقم محجوز ہوتی ہے یعنی الگ کر کے رکھ لی جاتی ہے، اب اکاؤنٹ ہولڈر وہ رقم نہیں نکال سکتا، بلکہ مستفید ہی لے سکتا ہے، اسی طرح یہاں بھی ہے، البتہ یہاں چیک جاری کرنے والا بینک کے بجائے ایک عام کھاتہ دار ہوتا ہے، لہذا جب تک

چیک پر درج شدہ رقم چیک جاری کرنے والے کے لیے ممنوع و مجوز ہو، اس پر وہ تمام تفصیل جاری ہو گی جو بینک کے چیک میں بیان کر دی گئی ہے۔

ج۔ شخصی چیک، جس کو عربی میں "الشيك الشخصي" اور انگریزی میں "Personal Cheque" کہتے ہیں، یہ چیک عام کھاتہ دار جاری کرتا ہے کہ بینک اس کے اکاؤنٹ سے ایک مخصوص رقم کی ادائیگی کرلے، اس میں بینک کی طرف سے کوئی تصدیق و توثیق نہیں ہوتی کہ کھاتہ دار کے اکاؤنٹ میں رقم ہے یا نہیں اور نہ ہی بینک اس رقم کی ادائیگی کا التزام کرتا ہے، بلکہ جب بینک کے سامنے یہ چیک پیش ہوتا ہے تو بینک دیکھتا ہے کہ کھاتہ دار کے اکاؤنٹ میں رقم ہے یا نہیں اور حسبِ معاہدہ اُسے رقم نکالنے کا حق بھی ہے یا نہیں؟ اگر یہ دونوں باتیں پائی جائیں تو بینک ادائیگی کر دیتا ہے، ورنہ بینک کو چیک مسترد کرنے کا حق حاصل ہوتا ہے۔

آج کل اکثر لوگ خریداری کر کے فروخت کنندہ کے نام اس طرح کا (آرڈر یا بئیرر) چیک جاری کر دیتے ہیں، اس قسم کے چیک کی حقیقت "حوالہ" ہی ہے، جس میں چیک جاری کرنے والا "محیل"، فروخت کنندہ "محال" اور بینک "محال علیہ" ہوتا ہے، اس کی بقیہ تفصیل "چیک کی فقہی تکییف" کے تحت گزر چکی ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ اس طرح کے چیک پر قبضہ کرنا، اس میں درج شدہ رقم پر قبضہ سمجھا جائے گا یا نہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس کے ذریعے چیک جاری کرنے والے کا ذمہ تو بری ہو جائے گا، کیونکہ یہ حوالہ ہے اور حوالہ میں "محیل"، قرض خواہ کے مطالبہ سے بری ہو جاتا ہے، لیکن یہاں چیک پر قبضہ اس میں درج شدہ رقم پر قبضہ نہیں سمجھا جائے گا، کیونکہ کسی بھی چیز پر اس وقت قبضہ سمجھا جاتا ہے جب قابض کو اس چیز میں تصرف کرنے کی مکمل قدرت حاصل ہو جائے، جبکہ یہاں حاملِ چیک کو چیک میں درج شدہ رقم پر اس وقت تصرف کی قدرت حاصل ہوتی ہے جب چیک میں درج ذیل تین باتیں پائی جائیں:

1۔چیک جاری کرنے والے کے اکاؤنٹ میں رقم موجود ہو۔

2۔اُسے حسبِ معاہدہ اکاؤنٹ سے رقم نکالنے کا حق حاصل ہو۔

3۔اکاؤنٹ ہولڈر نے چیک جاری کرنے کے بعد بینک کو اس چیک پر رقم نکالنے سے منع نہ کیا ہو۔

اگر ان تین شرائط میں سے کوئی ایک شرط بھی نہ پائی گئی تو حاملِ چیک اس چیک پر رقم نہیں نکال سکتا، لہذا معلوم ہوا کہ حاملِ چیک کو صرف چیک پر قبضہ کرنے سے اس میں درج شدہ رقم میں تصرف کی قدرت حاصل نہیں ہوتی، لہذا اسے قبضہ حکمی کہنا درست نہیں ہے۔[16]

پہلی رائے کے دلائل کے جوابات:

1۔ جہاں تک پہلی دلیل کا تعلق ہے کہ فقہاء نے حوالہ کو بمنزلہ قبضہ قرار دیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے مراد صرف اتنی ہے کہ حوالہ کے ذریعے محیل (مقروض) کا ذمہ بری ہو جاتا ہے، یہ مراد نہیں ہے کہ بیعِ صرف میں بھی حوالہ بمنزلہ قبضہ کے ہے۔

2۔ یہ بات کہ آج کل کے عرف میں چیک پر قبضہ، اس میں درج شدہ رقم پر قبضہ سمجھا جاتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ایک تو یہ کوئی عام عرف نہیں ہے، کیونکہ قرض خواہ کو چیک نہ لینے کا بھی قانوناً اختیار ہوتا ہے، دوسرے یہ کہ قبضہ حکمی (تخلیہ) صرف عام بیوعات میں معتبر ہوتا ہے، ''بیعِ صَرف'' میں صرف تخلیہ کافی نہیں ہوتا، فقہ حنفی میں تخلیہ کو بہت سے معاملات میں معتبر قرار دیا ہے، لیکن بیع صرف کو انہوں نے بھی مستثنیٰ قرار دیا ہے کہ وہاں تخلیہ کافی نہیں ہے۔

3۔ اسی طرح چیک کو نقود اور کرنسی پر قیاس کرنا بھی درست نہیں ہے، کیونکہ نقود خود معقود علیہ اور بیعِ صرف کا محل ہے اور بذاتِ خود مقصود ہوتے ہیں، اگر ان میں کوئی عیب نکل آئے تو بیعِ صرف باطل ہو جاتی ہے، جبکہ چیک خود مقصود اور معقود علیہ نہیں ہے، اگر ان میں کوئی عیب نکل آئے تو یہ نہیں کہا جا سکتا کہ معقود علیہ میں عیب ظاہر ہوا ہے۔

اگرچہ حکومتی قوانین میں اکاونٹ میں رقم نہ ہونے کے باوجود چیک جاری کرنے پر سزائیں مقرر ہیں، لیکن اس سے یہ حقیقت تبدیل نہیں ہو سکتی کہ اس طرح کی صورتحال میں حاملِ چیک (قرض خواہ) کو اپنے حق پر قبضہ حاصل نہیں ہوتا، لہذا سزا مقرر کرنے سے چیک پر قبضہ، اس میں درج شدہ رقم پر قبضہ نہیں قرار دیا جا سکتا ہے۔[17]

16۔ فقہ البیوع، ج ۱، ص ۴۴۸

17۔ فقہ البیوع، ج ۱، ص ۴۴۹۔۴۵۰

وضاحت:

جن علماء نے چیک پر قبضہ کو قبضہ حکمی قرار دیا ہے، چونکہ اُنہوں نے چیک کے ساتھ کرنسی کے تبادلہ یا چیک کے ذریعے رقوم کی منتقلی کو ''بیع صرف''قرار دیا ہے،اس لیے حضرت نے اُن کے دلائل کے جوابات میں اکثر ''صرف''کا تذکرہ کیا ہے،اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ حضرت بھی اس کے بیعِ صرف ہونے کے قائل ہے، حضرت نے ''فقہ البیوع'' کے ''باب الصرف''میں اپنی رائے کی مکمل وضاحت کر دی ہے۔

ثمرہ اختلاف:

اس مسئلہ کا ''ثمرہ اختلاف''اور نتائج درج ذیل ہیں:

1۔ جن صورتوں میں یا جن حضرات کے نزدیک چیک محض ایک سند اور رسید ہے،اس پر درج شدہ رقم پر قبضہ نہیں ہے،اُن کے نزدیک بیع سلم میں چیک راس المال نہیں بن سکتا،کیونکہ چیک پر قبضہ کرنا ثمن پر قبضہ نہیں ہے،لہذا اگر بیع سلم میں صرف چیک پر قبضہ کر لیا گیا تو بیع سلم درست نہیں ہو گی،کیونکہ ثمن (راس المال) پر قبضہ نہیں پایا گیا جو کہ بیع سلم کی صحت کے لیے ضروری ہے۔اور جن صورتوں میں یا جن حضرات کی رائے میں چیک پر قبضہ کرنا در حقیقت اس رقم پر قبضہ کرنا ہے جس کی نمائندگی چیک کرتا ہے،ان کے نزدیک چیک، بیع سلم میں راس المال بن سکتا ہے۔

2۔اگر چیک محض رسید وسند ہے تو کسی مستحقِ زکوۃ کو محض چیک دینے سے زکوۃ ادا نہ ہو گی،جب تک وہ چیک کو کیش نہ کرالے،اگر چیک صرف رسید نہیں ہے،بلکہ اس پر درج شدہ رقم کا قبضہ ہے تو چیک کے ذریعے زکوۃ اداء ہو جائیگی۔

3۔اگر چیک کا قبضہ ،رقم پر قبضہ نہیں ہے تو چیک کا معاملہ حوالہ یا وکالہ ہے، لیکن اگر چیک پر قبضہ ،اصل رقم پر قبضہ ہے تو چیک کا معاملہ حوالہ یا وکالہ نہیں ہے، بلکہ استیفاء یا قرض کی ادائیگی ہے۔

4۔اگر چیک صرف سند ہے تو چیک کا چیک کے ساتھ تبادلہ درست نہیں ہو گا،کیونکہ یہ بیع الکالئ بالکالئ ہو گا،اگر چیک کا قبضہ ،رقم کا قبضہ ہے تو یہ تبادلہ درست ہے،بشرطیکہ سود لازم نہ آئے۔

5۔حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم نے ''تکملہ فتح الملہم 515/1''میں لکھا ہے کہ ''چیک پر قبضہ اس کے اندر درج شدہ رقم پر قبضہ نہیں سمجھا جائے گا،لہذا چیک سے سونا،چاندی خریدنا جائز نہیں ہے، کیونکہ مجلس

کے اندر تقابض نہیں پایا جاتا۔"اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جن حضرات نے چیک پر قبضہ کو اس میں درج شدہ رقم پر قبضہ نہیں سمجھا، اُن کے نزدیک چیک کے ذریعے سونا، چاندی خریدنا جائز نہیں ہے، لیکن ایسا نہیں سمجھنا چاہیے، کیونکہ اگر چیک کے پیچھے سونا یا چاندی ہوتی تو ایسی صورت میں بذریعہ چیک سونا یا چاندی خریدنے میں تقابض ضروری ہوتا، کیونکہ یہ بیع صرف کا معاملہ ہوتا، لیکن حقیقت یہ نہیں ہے، چیک سونا یا چاندی کی نمائندگی نہیں کرتا، بلکہ کسی کرنسی کی نمائندگی کرتا ہے اور کرنسی کے ذریعے اُدھار سونا یا چاندی خریدنا جائز ہے، بشرطیکہ سونا یا چاندی پر مجلسِ عقد میں قبضہ کرلیا جائے۔اس کا تذکرہ حضرت نے خود "فتاوی عثمانی، 150/3" میں کیا ہے اور "تکملہ فتح الملہم" کے جدید ایڈیشن میں اس کی تصحیح بھی کرلی گئی ہے۔